

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَظَرَات

آہ حکیم الامت

اِنَّكَ مِتَّ وَرَاٰهُمْ مَمِتُّوْنَ

یوں تو موت اس عالم آب و گل کی ہر اس چیز سے ہی مفرد ہے جو زندگی کا ماریتی لباس پہن رہا ہو۔
 پر خود دار ہوئی ہے لیکن جس طرح زندگی میں فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح موت بھی یکساں نہیں ہوتی کبھی
 کبھی ایسی اموات بھی واقع ہوتی ہیں جو صرف انداز و اشارت اس کی اموات نہیں ہوتیں بلکہ ان ہزاروں لاکھوں انسانوں کی
 عمارتِ حیات بھی اس سے منہ زلزل ہو جاتی ہے جو منہ زلزلے کے دامنِ عقیدت و ارادت سے وابستہ ہوتے ہیں پھر اس کی
 موت کا ماتم آنکھوں کے چند قطر ہائے اشک سے نہیں ہوتا بلکہ ہزاروں دلوں کی پرسکون آبادیاں ایک منتقل غمک
 آمل وانی بن کر رہ جاتی ہیں۔ امیدوں اور دلیلوں کے چراغ بجھ جاتے ہیں۔ نشاط و کامرانی بہتکے آتشکے
 سرد ہو جاتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس حادثہ جان کا دے کائناتِ عالم کی ہر چیز کو اس اور غمگین
 بنا دیا ہے۔ اسی قسم کی ایک موت پر عربی شاعر نے کہا تھا۔

وَمَا كَانَ فِیْسٍ هَلَكًا هَلَكًا وَاحِدًا وَلَكِنَّهُ بَنَانُ قَوْمٍ تَهَدَّتْ مَا

قیس کا مبرا صرف ایک شخص کا مرنے کا نہیں ہے بلکہ وہ ایک قوم کی نیا دنیا جو منہدم ہو گئی

گذشتہ ماہ جولائی کی تاریخ ۱۹۲۷ء کی درمیانی شب کو تقریباً دس بجے حکیم الامت حضرت مولانا اثر اللہ صاحب

صاحب تھانوی کا جو سانحہ ارتحال پیش آیا وہ اسی قسم کا سانحہ تھا جسے حضرت مولانا جس طرح شریعت کے عالم تھے
 طریقت اور سلوک میں بھی مقامِ رفیع کے مالک تھے۔ ان کی ذاتِ علومِ ظاہری و باطنی کا مخزن تھی علمِ سفینہ سے

زیدہ علم سینہ ان کا اصلی جوہر اور زیور تھا۔ تحریریں علم و فضل کا معدن ہوتی تھیں اور تقریر بھی بلا کی اثر انگیز تھی وہ جس بات کو حق سمجھتے تھے اسے برملا کہتے اور کرتے تھے اور اس میں انھیں کسی لومۃ لائم کی پروا نہیں ہوتی تھی۔ خود ایک درویش گوشہ نشین تھے۔ مگر ان کا آستانہ بڑے بڑے ارباب ثروت و دولت اور اصحاب علم و فضل کی عقیدت گاہ تھا جو بات جو عمل تھا اخلاص اور دیانت کے ساتھ تھا۔ و نیوی و جاہت و شہرت اور مالی حرص و آز کا شاید دل کے آس پاس ہی میں گذر نہ ہوا تھا۔ اپنے اصول اور اپنے عقیدہ و خیال پر اس مضبوطی اور پختگی سے عمل پیرا ہوتے تھے کہ دنیا کی ہولی طاقت ان کو اس سے منحرف نہیں کر سکتی تھی۔ حضرت مرحوم کا آستانہ معرفت و روحانیت کا ایک ایسا چشمہ صافی تھا کہ ہزاروں تشنہ کام آتے اور سیلاب ہو کر بہاتے تھے وہ جن کی زندگیاں معصیت کوشی اور عیساں آلودگی میں بسر ہوئی تھیں یہاں سے پاک و صاف ہو کر اور گوہر مقصود سے دامن آرزو کو بھر کر واپس لوٹتے تھے۔ ان کی زندگی اتباع سنت کا سبز زہرہ درس اور ان کی گفتگو اسرار و رموز طریقت کا دفتر گراما یہ تھی بعض مسائل میں علماء ہند کی ایک جماعت کو ان کے ہمیشہ اختلاف رہا لیکن تقویٰ و طہارت، تفقہ فی الدین، بشرعی علوم میں مہارت و بصیرت، راست گفتاری اور مخلصانہ عمل کوشی۔ انابت الی اللہ بے لوث خدمت دین بے غرضانہ تلقین رشد و ہدایت حضرت مرحوم کے یہ وہ اوصاف مابعد و رفعاً اعلیٰ حمیدہ تھے جو ہر موافق و مخالف کے نزدیک برابر مسلم رہے بعض عوارض و اسقام کی بنا پر گوشہ نشین ہونے پر قبل اپنے مواعظ احسنہ اور اپنی کثیر تصانیف کے ذریعہ حضرت مرحوم نے اصلاح عقائد و اعمال اور الباطل رسوم و بدعات کی جو عظیم الشان خدمت انجام دی ہو وہ غالباً تمام ہم عصروں میں ان کا واحد طغرلے امتیاز ہے۔ قوم نے ان کو حکیم الامت کا خطاب بخشا۔ بالکل بجا و یا تھا حقیقت یہ ہے کہ حضرت مرحوم نے اپنی تحریروں اور تقریروں سے ہزاروں انسانوں کے دنیوی امراض کا ایسا کامیاب علاج کیا کہ جو صرف زہر تھے وہ گوہر تبدیل ہو گئے اور جو صرف پتیل تھے وہ زہرِ خالص ہو گئے۔

چھوٹے بڑے رسلے اور مستقل تصانیف جو مولانا کے قلم سے شائع ہوئیں ان سب کی مجموعی تعداد تازہ ترین شمار کے مطابق آٹھ سو سے اوپر بیان کی جاتی ہے جن میں بہ کثیر تصنیفات ملک میں اتنی مقبول ہوئیں کہ اب تک ان کے درجنوں نسخے بیع ہو چکے ہیں۔ کہا جاتا ہے اور غالباً اس میںبالغہ نہیں ہے کہ مولانا کی تصنیفات جواب تک طب ہو چکی ہیں ان کی

مجموعی قیمت چالیس لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہو، مولانا کی سیر حشی اور فیاضی، خلوص اور للہیت کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ تصنیفات کی اس غیر معمولی مقبولیت کے باوصف آپ نے کبھی کسی کتاب کا حق اشاعت و طبع اپنے لئے محفوظ نہیں رکھا۔ ہر شخص کو ان کے پھلنے اور طبع کرانے کا اذن عام تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مادی دنیا میں مولانا کا صرف یہ ایک عمل ہی ایسا ہے جو آج کل کے بڑے بڑے نامور علماء کے لئے سرمایہ عبرت اور درسِ موعظت ہو سکتا ہے۔ یہ تصانیف کی خاص طبقہ کے لئے مخصوص نہیں، علماء اور فضلاء، اربابِ شریعت اور اصحابِ طریقت، مرد اور عورتیں اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معمولی اردو خواں ہر ایک ان سے استفادہ کر سکتا اور اپنے لئے اصلاحِ ظاہر و باطن کا سامان بنا سکتا ہے۔ مولانا کی تحریروں میں اسرار و نکات کے علاوہ ایسا عجیب و غریب منطقی اور عقلی استدلال ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑا حریف بھی تصدیق و تائید سے کوئی منفہ نہیں دیکھتا جس بات کو بیان کرتے ہیں نہایت وثوق اور یقین کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت مرحوم کی تحریروں اور ان کی گفتگو میں غیر معمولی ذکاوت و فطانت کی آئینہ دار ہوتی تھیں بات سے بات پیدا کرنا اور ہر معاملہ کی اصل حقیقت کو پہچاننا ان کی ذہانت کا خاص جوہ تھا۔

خواص کے لئے تفسیر بیان القرآن اور شرح شہنی مولانا روم اور عورتوں کے لئے بہشتی زیور آپ کی ایسی گراں بہا اور کثیر الشیوع تصنیفات ہیں کہ جو اپنی مخصوص نوعیت کے اعتبار سے اردو کے مذہبی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور موزن الذکر کتاب تو اس قدر مقبول ہوئی ہے کہ ہندوستان کا شاید ہی کوئی اردو خواندہ ہوگا جس نے کم از کم اس کا نام نہ سنا ہو۔

مولانا کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۶ء کو ہوئی تھی اس حساب سے آپ کی عمر تقریباً ۸۳ سال ہوتی ہے آپ کی مفصل سوانح عمری اشرف السوانح کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں آپ کی حیات میں ہی شائع ہو گئی تھی۔ جس کی تصنیف کا شرف اردو زبان کے مشہور شاعر اور فاضل خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب اور مولوی عبدالحق صاحب کو حاصل ہے۔ اب اگرچہ حضرت مولانا کی وفات ہو چکی ہے لیکن وہ اپنی تصنیفات اور اپنے علمی کارناموں کے باعث آج بھی زندہ ہیں خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو آپ کے بعد ان زندہ جاوید لوگوں کی روشنی حاصل کریں اور ان کی رہنمائی میں اسلام کے صراطِ مستقیم پر چلیں۔

حق تعالیٰ اعلیٰ علیین میں مولانا کے مارج و مراتب میں از پیش بڑھائے کہ وہ عمر بھر لوگوں کو اسی کی راہ کی طرف بلاتے رہے۔

و فیاضت میں ان کا حشر صدیق و دربار کا شکر ہے کہ ان کی تصنیفات نے نئی روش پیدا کی۔
ایک موزن ذہن و سیرت کی طرح بہرگی۔ رحمہ اللہ رحمہ واسعہ۔